امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

ظلم و جور سے جنگ کے علم بردار

عماد العلماء علامہ سید علی محمد نقوی مدظلہ

آسمان ولایت کے ساتویں خورشید حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اکثر مورخوں کے قول کے مطابق ۱۷رصفر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ امام کاظم علیہ السلام امام صادق علیہ السلام کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ مکرمہ بربر قوم کی ایک پرہیزگار خاتون تھیں۔

ساتویں امام کا دورِ خلافت منصور کا آخری دور تھا آپ کا دور منصور کے بعد مہدی اور ہادی کے دور سے ہوتا ہوا خلافتِ ہارون کے تیرہ سال تک رہا۔

عباسیوں کو اگر چہ (ابوعباس) سفاح نے اقتدار تک پہنچایا مگر خلافتِ عباسیہ کا اصلی بانی منصور تھا۔ اس نے چالاکی، سیاست بازی اور خوں آشامی کے ذریعہ عباسی اقتدار کو مستحکم کیا۔ منصور کے دورِ اقتدار میں زیادہ تر سادات اور علوی جو حکومتِ حق کے قیام کے لئے کھڑے ہوئے تھے یا جو ائمہ اہل بیتؑ کی پشت پناہی کررہے تھے شہید کردیئے گئے البتہ اپنی زندگی کے آخری برسوں میں خود منصور شہر بغداد کو جدید پایۂ تخت بنانے میں سرگرمِ عمل تھا

اسی وجہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو علمی وتہذیبی سرگرمیوں کا موقع مل گیا جس کی ابتداء امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کر گئے تھے۔ اس دور میں شیعوں کی علمی فکری اور تہذیبی رہنمائی کا کام امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ذمہ تھا کیوں کہ ہر سیاسی اور انقلابی تحریک کے لئے پہلے نظریاتی اور فکری تشکیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ دور شیعوں کے تشتت وعقیدہ کا بھی دور تھا۔ فرقۂ کیسانیہ اور زیدیہ کے علاوہ اب فرقہ اسماعیلیہ اور عبداللہ افتح کے پیرووٴں کا مزید اضافہ ہوگیا تھا اس وجہ سے بہت زیادہ ضروری ہوگیا تھا کہ شیعوں کے بنیادی عقائد اور نظریات کی بہت زیادہ واضح تفسیریں اور توجیہیں پیش کی جائیں اس طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ابتدائی دس برسوں کو نظریات کی وضاحت کا دور سمجھنا چاہئے جس کی ابتدا امام محمد باقر علیہ السلام کے دور سے ہوئی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں بھی جاری رہی۔

ائمہ کے مقابلے میں حکومت کے رویہ کے لحاظ سے اور

امام کے کارناموں کے پیش نظر امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دور کو انتقالی دور شمار کیا جاتا ہے۔ نسبتاً آزادی کا دور جو شیعوں کو محض امویوں اور عباسیوں کی باہمی کشمکش کی وجہ سے مل گیا تھا اور یہ دور امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ سے ہوتا ہوا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانے کے دس سال تک قائم رہا۔ اس دوران میں ائمہ نے شیعہ تہذیب کی ترویج کا کام کیا۔ اس کے بعد ظلم واستبداد، سرکوبی اور حبس کا دور شروع ہوا جس سے امام کاظم علیہ السلام، امام جواد علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام دوچار رہے (امام رضا علیہ السلام کا دور ایک خاص خصوصیت کا حامل ہے اور ایک مستثنیٰ دور سمجھا جاتا ہے۔

ادائیگیٔ کردار کے لحاظ سے بھی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا دور فعالیت، علمی تدوین ''نظام'' نشرواشاعت اورآگاہی سے سیاسی جنگ کی طرف انتقال کا دور ہے۔ تدوین ''نظام'' کے مرحلے کے بعد پھر ''اقدام'' کا مرحلہ آجاتا ہے اور شواہد بتاتے ہیں کہ امام کاظم علیہ السلام اس کے لئے زمین ہموار کررہے تھے۔

منصور کے بعد یکے بعد دیگرے مہدی، ہادی اور ہارون برسر اقتدار آئے۔ یہ زمانہ حقیقتاً خلافت عباسیہ کے اقتدار اور شیعوں اور علویوں کی سرکوبی اور ان پر ظلم وتشدد کے عروج کا تھا۔ اس دور میں بہت سی شیعی تحریکیں شروع ہوئیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فکری اور علمی فعالیت کے اتمام کے بعد سیاسی اقدامات کی تیاری فرمارہے تھے۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زندگی اور مفہوم منزلت وامامت

شیعہ نقطۂ نظر سے امام ایک ایسی فرد ہے جس کو بحیثیت ''خلیفہ الٰہی'' تمام روحانی، اخلاقی، علمی توفیق عطا کی جاتی ہے وہ خلق کے لئے ایک نمونہ اور فیض خداوندی کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ امام صفات عالیہ اور مقامات معنوی میں بہترین خلائق اور قلمروسیاسی، اجتماعی اور فکری کے رہبر اور پیش روا، روح اسلام کے حامل، منابع ماورائی سے رابطہ رکھنے والے اور نظام الٰہی اسلام کے اجرا کنندہ ہوتے ہیں۔ امام مندرجہ ذیل ذمہ داریوں کے عہدہ دار ہوتے ہیں۔

۱۔ سیاسی اور غیر سیاسی رہبری

۲۔ گفتار ورفتار سے معارف اسلامی کی تشریح استحکام بیان اور دین کی حفاظت۔

۳۔ روحانی کردار، امامتِ باطنی اور معاشرے کی روحانی اور اخلاقی رہنمائی۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام شیعوں کے ساتویں پیشوا بھی مندرجہ بالا اصولوں اور خصائص کا مجسمہ تھے۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ساتویں امام کی عملی زندگی نیز مفہوم امامت اور ان کی ذمہ داریوں کا مختصر جائزہ لیں گے۔

امام کا علم وہبی

امام کی منجملہ خصوصیات میں ایک خصوصیت علم وہبی بھی ہے یعنی پیدائش کے وقت سے ہی امام خصوصی قوت ملکہ اور علم حضوری کا مالک ہوتا ہے اور مدرسہ مکتب اور اکتساب کا محتاج نہیں ہوتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک معصوم دوسرے معصوم سے اور اپنے پیشرو سے رموزِ علم وحکمت الٰہی اور باطنی بلندیاں حاصل نہیں کر پاتا جیسا کہ ائمہ نے مکرر اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے مگر انھیں حالات میں امام منبع فیضان الٰہی سے براہِ راست بھی سیراب ہوتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی اس مفہوم کا عملی پیکر تھے اور تاریخ وسیر کی کتابیں بھی اس امر کی گواہی دیتی ہیں۔ امام کاظم علیہ السلام جب کم عمر تھے اس وقت اہل سنت کے حنفی مسلک کے پیشوا ابوحنیفہ سے ان کی گفتگو اور مناظرہ اس حقیقت کا ایک منھ بولتا گواہ ہے۔ سیرت نویسوں میں سے اکثر نے اس مناظرہ کو ابوحنفیہ کے قول سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''سفرحج کے موقع پر بعض اختلافی مسائل پر امام صادق علیہ السلام سے گفتگو کی غرض سے اوران سے ملنے کے لئے مدینہ پہونچا۔ ملاقات کی اجازت کے انتظار میں دہلیز پر بیٹھا تھا کہ اچانک ایک بچہ باہر آیا جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اگر کوئی مسافر رفع حاجت کی ضرورت محسوس کرتا ہو تو کیا کرے بچہ نے ایسا مفصل اور مدلل جواب دیا اور اس سلسلے میں واجبات، مستحبات اور مکروہات گنوائے کہ میں شرمندہ ہو گیا۔

اس کے بعد حنفی مسلک کے امام ابوحنیفہ نے ایک پیچیدہ سوال کیا ''گناہ کا سرچشمہ کیا ہے؟'' موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جواب دیا ''گناہ کا سرچشمہ یا خالق کی ذات ہوسکتی ہے یا مخلوق کا عمل یا خالق ومخلوق دونوں کا اشتراک، اگر گناہ کا سرچشمہ خالق ہوتا تو اس کے لئے وہ بندوں کو سزا نہ دیتا۔ اگر گناہ کا سرچشمہ خالق ومخلوق کا مشترکہ ارادہ ہوتا تو بھی خالق کی ذمہ داری زیادہ تھی کیوں کہ وہ زیادہ طاقتور ارادے کا مالک ہے۔ لہٰذا قوی تر ہو کر وہ ضعیف تر کو سزا نہ دیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب اگر گناہ کا سرچشمہ خود مخلوق کا عمل ہو جیسا کہ ہے تو ایسی صورت میں اگر خداوند تعالیٰ اسے بخش دے تو اس کا کرم ہے اور اگر سزا دے تو اس کا انصاف ہے۔''

ظلم وستم کے خلاف جنگ میں امام کا کردار

امام کے اہم کرداروں میں ایک کردار معاشرے کی سیاسی اور اجتماعی رہبری ہے۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہ السلام کا دورِ خلافت منصور کے آخری برسوں، خلافت ہادی کے مکمل دور اور خلافت ہارون کے ۱۳/سال تک رہا۔

درحقیقت یہ دور خلافت عباسیہ کے عروج اور شیعوں اور علویوں کے لئے سرکوبی، حبس اور ظلم وتشدد کا دور تھا۔ منصور کے دورِ اقتدار میں بیشتر سادات اور علوی جو حکومت

حق کے قیام کے لئے کھڑے ہوئے تھے یا جو پشت پناہ عترت تھے بے رحمی کے ساتھ شہید کردیئے گئے تھے۔ امامؑ نے اس زمانے میں حکومت کے خلاف جدوجہد کی درپردہ رہنمائی کی ہے اور سادات اور علوی جو تحریک کے لئے کھڑے ہوئے تھے شاید ان میں امام کے وجود نے جوش وولولہ پیدا کردیا تھا۔ امام نے شہید سادات کے پسماندگان کی دیکھ بھال اور مومنین کی رہنمائی کی۔ بنی عباس اس وجہ سے بہت زیادہ خوف زدہ تھے ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ خلیفہ عباسی مہدی نے امام موسیٰؑ کاظم علیہ السلام سے کہا ''کیا مجھ کو تمہاری بغاوت سے امان مل سکتی ہے؟''

اور منتہی الامان (باب نہم، فصل پنجم میں آیا ہے کہ ہارون نے امام موسی بن جعفر کے متعلق کہا کہ ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا فتنہ نہ برپا ہوجائے کہ خون کی ندیاں بہہ جائیں۔'' یہ تمام شواہد بتاتے ہیں کہ امام چپ چاپ امت کی رہبری کا کام انجام دیتے رہے اور حکومت اور ظلم وتشدد کے خلاف جنگ کے وسائل بھی بہم پہنچاتے رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہارون امام کو مدینہ سے بغداد کیوں لاتا اور سالہا سال قید تنہائی میں ان پر نظر کیوں رکھتا۔ حالاں کہ ہارون امام کی منزلت سے واقف تھا مگر ان کی طرف سے اپنے اقتدار کے لئے سخت خطرہ محسوس کررہا تھا۔ کتاب ''مختصر اخبارالدول'' میں امامؑ کے حالات کی شرح کے ضمن میں منقول ہے کہ مدینہ میں جب امامؑ ہارون کے سامنے تشریف لائے تو ہارون نے غیر معمولی طور پر ان کا احترام کیا جب آپؑ تشریف لے گئے تو مامون نے باپ سے پوچھا کہ ''یہ آدمی کون تھا؟'' ہارون نے جواب دیا ''یہ تمہارے چچا ہیں جنھیں تم نے آج دیکھا، یہ ہر شخص کے مقابلے میں امامت اور پیشوائی کے زیادہ مستحق ہیں لیکن اگر میں دیکھوں گا کہ میرے خلاف کوئی تحریک اٹھا رہے ہیں تو میں انھیں ختم کردوں گا'' اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہارون اپنی تمام تر قوت وطاقت کے باوجود امام کی جانب سے ہمیشہ خائف اور ہراساں رہتا تھا۔ شیعوں کے ائمہ ظلم وستم، انحراف ودیدہ دلیری اور نفاق وکفر کی قوتوں کے خلاف جنگ کرنے میں سب سے آگے تھے۔ امام کاظم علیہ السلام نے صفوان بن یحییٰ سے فرمایا کہ ''جو شخص بھی کسی طرح یہ چاہتا ہو کہ ظالم باقی رہیں تو وہ بھی ظالم ہے۔''

دو وجہوں سے سربراہان خلافت شیعوں کے ائمہ سے بے حد خوف زدہ رہا کرتے تھے: پہلی وجہ تو یہ تھی کہ وہ اپنے مقام علمی اور فضیلت کی وجہ سے عوام کے محبوب تھے۔ ایسی حالت میں جب نیزہ وشمشیر اور زر وزور سب خلفاء کے ہاتھوں میں تھا ائمہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے اور دوسری وجہ اسلامی جہاد اور ائمہ کی سیاسی رہبری تھی۔

مندرجہ بالا بیان کے مطابق ہارون کے تاثرات ہمارے بیان کردہ دونوں نکتوں کے مظہر ہیں۔ ایک طرف تو

ہارون امام کے فضائل مدارج علمی اور معنوی کمالات سے واقف تھا اسی وجہ سے وہ امام کا دشمن بھی تھا اور ان سے خوف زدہ بھی۔ دوسری طرف امام ہفتم کی جنگی اور انقلابی رہبری کی وجہ سے بہت خوف زدہ تھا۔

امام کاظم علیہ السلام فکری تحریک کے علم بردار

معارف اسلام کی تشریح اور مکتب ونظریات کی حفاظت امام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے چنانچہ امام صادق علیہ السلام کے بعد امام موسی بن جعفر نے معارف اہل بیتؑ کی تدوین اور نشر واشاعت کی عظیم تحریک کو پورا کرنے کی ذمہ داری ادا کی۔

جس دور میں امام کاظم علیہ السلام نے امت کی رہبری کی ذمہ داری سنبھالی وہ دنیائے اسلام میں اجنبی افکار اور نظریات کے ہجوم اور مختلف فلسفی اور کلامی مکاتب فکر کے قیام کا دور تھا۔ ایک جانب ہندی، مسیحی اور یونانی افکار رخنہ اندازی کر رہے تھے تو دوسری جانب زندیق، صوفی اور دہریہ جیسے مہلک نظریات عروج پر تھے۔ امامؑ نے اسلامی عقاید کی حقیقت کی تشریح اور اس کے معارف کے ذریعہ دین کے محاذ کی حفاظت کی۔ شیعہ فقہ حدیث اور کلام کی کتابیں جو امام موسی بن جعفر کے بیان پر مبنی ہیں، ائمہ کی چھوڑی ہوئی مستغنی کرنے والی میراث ہے۔ ہشام بن حکم، یونس بن عبدالرحمن، صفوان بن یحییٰ، محمد بن ابی عمر، عبداللہ بن المغیرہ، حسن بن محبوب السراد، احمد بن ابی نصر بزنطی، معمر بن خلاف، عبدالرمان بجلی، علی بن جعفر اسحق بن عماد صیرفی، اسماعیل موسی بن جعفر، حسین بن علی بن حصال داؤد رقی، عبدالسلام بن صالح حصروی، موسی بن بکیر اور صدہا علم الکلام، حدیث وفقہ کے علمائے بزرگ جنھوں نے زبردست انقلاب برپا کیا۔ امام موسی بن جعفر کے اصحاب تھے اور ان کے علم الٰہی سے فیضیاب ہوئے تھے۔

صدرالمغالہین ملا صدر احادیث عقل کی شرح میں جو امام موسی کاظم علیہ السلام نے ہشام ابن حکم سے بیان کی تھی لکھتے ہیں کہ ''یہ حدیث ایسی خصوصیات عقل کی حامل ہے کہ دوسرے صاحبانِ نظر ودانش منداور عرفا کی کتابوں کی کئی جلدیں بھی اس کے مماثل نہیں ہوسکتیں۔ اس حدیث کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس میں علم ماوراء طبیعات، فلکیات، نفسیات، علم اخلاق، سیاست مدنی کے متعلق اشارات اور مواعظ، پند ونصائح اور پیدائش آخرت کی توجیہہ کا ایک عظیم خزانہ موجود ہے۔

ڈاکٹر محمد موسیٰ دانش مندی مصری اہل سنت کتاب ''الفقہ الاسلام'' میں لکھتے ہیں۔ پہلی فرد جس نے فقہ پر تدوین شدہ کتاب چھوڑی امام موسی بن جعفر علیہ السلام تھے جنھوں نے ۱۸۳ھ میں زندان میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ تمام باتیں ان حقائق کا مظہر ہیں کہ کس طرح ایک امام ظلم وستم اور سختیوں کے پرآشوب دور میں بھی مکمل دین اسلام کا تحفظ، اس کی شرح اور اس کے افکار وعقائد کی نگرانی کرتا ہے۔